شاہد حسین رزاقی

شیخ محمد ابن علی السنوسی

انیسویں صدی عیسوی کے آخر نصف کو اسلامی دنیا کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمان قومیں زوال و ادبار کی انتہائی حد کو پہنچ گئی تھیں اور مسلم ممالک پر یورپ کی سامراجی اقوام کا اقتدار پوری طرح مسلط ہو گیا تھا اور آخر کار حالات اس قدر خراب ہو گئے کہ مسلمانوں کو اپنی زبوں حالی کا احساس ہونے لگا۔ ان کا جمود ٹوٹنے لگا اور ان کے نیم مردہ قالب میں زندگی کی ایک نئی روح بیدار ہونے لگی۔ اس بیداری کا نتیجہ ایسی تحریکوں کی شکل میں نکلا جن کا مقصد اسلامی تعلیمات کا احیا اور یورپی سامراج کی غلامی سے نجات حاصل کرنا تھا۔ ان تحریکوں میں شمال مغربی افریقہ کی سنوسی تحریک نے بہت اہمیت اور مقبولیت حاصل کر لی، جو پرجوش مسلمانوں کی ایک مجاہدانہ تحریک تھی اور اس نے اس نازک دور میں مسلمانوں کی دینی اور معاشرتی اصلاح، سیاسی آزادی، اقتصادی ترقی اور اسلامی نظام حیات کی تجدید کے لیے زبردست جدوجہد شروع کر دی۔ اور اپنے مقاصد میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ یہ تحریک الجزائر میں شروع ہوئی۔ مراکش اور تونس میں پھیلی۔ لیبیا میں بہت مقبول اور مستحکم ہوئی اور پھر مشرق میں مصر، حجاز، یمن تک پھیل گئی۔ اور آخر کار سوڈان اور وسطی افریقہ کے ممالک میں بھی اس کی وسیع اشاعت ہوئی۔ چند سال کے مختصر عرصہ میں یہ دینی تحریک ایک قابلِ لحاظ سیاسی قوت بن گئی جس کے اثر و اقتدار میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔ مغربی اقوام کا تسلط ختم کرنے کے لیے اس نے زبردست جہاد کیا اور اپنے نظریات پر مبنی نظام حکومت اور دوسری عالمی جنگ کے اختتام پر لیبیا میں سنوسی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہوئی۔

جدید اسلامی دنیا کی اس زبردست تحریک کے بانی شیخ محمد ابن علی السنوسی تھے، جو سنوسی اعظم یا السنوسی الکبیر کے نام سے مشہور ہوئے۔

حسب نسب

شیخ محمد ابن علی الجزائر کے شہر مستغنم کے قریب الواسطہ میں ۱۲ ربیع الاول ۱۲۰۲ھ (۲۲ دسمبر ۱۸۸۷ء)

کو پیدا ہوئے تھے۔ ان کا پورا لقب السنوسی الخطابی الحسنی ہے۔ کیونکہ وہ حسنی سید تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ الخطاب سے تھا جو الجزائر اور طرابلس میں آباد ہے اور ان کے جد امجد کا نام السنوسی تھا۔ یہ بزرگ چار صدی قبل گزرے تھے، اور اس علاقہ کے لوگ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔

شیخ محمد بن علی کا خاندان اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے لیے بہت مشہور تھا۔ یہ لوگ مجاہدانہ سرگرمیوں میں بھی نمایاں حصہ لیتے تھے اور فنون سپاہ گری میں مہارت کے لیے شہرت رکھتے تھے۔ شیخ محمد کے والد شیخ علی ابن عبداللہ دینی علوم کے فاضل اور بہت تجربہ کار و جہاں دیدہ سیاح تھے۔ ان کا انتقال عالم شباب میں ہو گیا۔ اس وقت شیخ محمد بہت ہی کم سن تھے اور ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا فرض ان کی پھوپھی سیدہ فاطمہ نے انجام دیا۔ اس خاندان کی خواتین بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتی تھیں۔ شیخ محمد کی دادی سیدہ زہرہ اور پھوپھی سیدہ فاطمہ اپنے علم و فضل کے لیے مشہور تھیں۔ سیدہ فاطمہ دینی و علمی مباحثوں میں حصہ لیتی اور قرآن و حدیث کا درس دیتی تھیں۔ اور شیخ محمد کی پہلی معلم یہی خاتون تھیں۔

تعلیم و تربیت

شیخ محمد السنوسی کی ابتدائی تعلیم مستغانم میں ہوئی۔ پھر وہ بغرض تعلیم مازونہ گئے۔ اس کے بعد مشہور درسگاہ جامعہ قرویین میں داخل ہوئے اور یہاں اعلیٰ تعلیم سے فراغت کے بعد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں حدیث و فقہ کی تعلیم مکمل کی۔ شیخ سنوسی بہت ذہین اور محنتی طالب علم تھے۔ انھوں نے بہت کم عمری میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اور اس زمانہ کے تمام مروجہ علوم تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ وغیرہ پر اس قدر عبور حاصل کر لیا کہ ان کے علم کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ تحصیل علم کے ہر مرحلہ میں ان کو بہت اچھے اور قابل اساتذہ ملے، جن میں سیدہ فاطمہ، محمد السنوسی، ابن عمودہ، عبدالحکیم، ابن کندوزہ، بوطالب، ابن المهدی، ابن الرفیق المازونی اور بوراس خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مراکش میں قیام کے دوران شیخ سنوسی کو تصوف سے بہت دلچسپی پیدا ہو گئی اور انھوں نے مختلف صوفیاء کے طریقوں کا غائر مطالعہ کیا۔ تصوف سے ان کا شغف بڑھتا ہی گیا اور وہ قادریہ، شاذلیہ، جنیدیہ، درقاویہ، ناصریہ اور تیجانیہ سلسلوں سے منسلک ہو گئے۔ اس دوران شیخ کے علم و فضل کی بڑی شہرت ہو گئی اور مراکش کے حکمران مولائے سلیمان نے ان کو اپنے دربار سے منسلک ہو جانے کی دعوت دی۔ شیخ سنوسی بادشاہ کا درباری بننا پسند نہ کرتے تھے اس لیے انکار کر دیا اور مراکش سے چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ اس

زمانہ میں مکہ اور مدینہ اسلامی علوم کے بہت بڑے مرکز تھے۔ چنانچہ شیخ تکمیل علوم کے لیے حجاز روانہ ہو گئے۔ اس طویل سفر کے دوران شیخ نے شمالی افریقہ کے مختلف علمی مراکز کو دیکھا اور تعلیم بھی دی۔ ایک عالم دین اور معلم کی حیثیت سے ان کی شہرت ان تمام علاقوں میں پھیل چکی تھی۔ اس لیے ہر جگہ عزت و احترام سے ان کا خیر مقدم کیا گیا۔

مصر اور حجاز کا سفر

انیسویں صدی میں شمالی مغربی افریقہ کے سیاسی حالات بہت خراب تھے اور یورپی اقوام اپنا اقتدار قائم اور مستحکم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ۱۸۳۰ء میں الجزائر پر فرانسیسی قبضہ ہو گیا۔ اس وقت شیخ سنوسی وہاں ہی تھے۔ انھوں نے الجزائر کو فوراً چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا اور مصر جانے کے لیے بوسعادہ سے روانہ ہوئے۔ تونس سے گزرتے ہوئے وہ طرابلس گئے جہاں ان کی ملاقات احمد پاشا المنتصر سے ہوئی جو اس زمانہ میں طرابلس کی اہم شخصیت اور مشہور عالم تھے۔ لیبیا کے قبائلی سرداروں نے شیخ کی بہت عزت کی اور احمد پاشا نے اصرار کیا کہ شیخ طرابلس میں سکونت اختیار کر لیں مگر وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ کیونکہ شیخ سنوسی نے پوری ملت اسلامیہ کے اتحاد اور خدمت کو اپنا نصب العین قرار دیا تھا اور ان کا یہ خیال تھا کہ وہ مصر اور حجاز میں قیام کر کے اس مقصد کے لیے بہتر طور پر کام کر سکتے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد طرابلس سے مصر کے لیے روانہ ہو گئے اور برقہ کے مختلف مقامات میں مختصر قیام کرتے ہوئے قاہرہ پہنچے۔ شیخ سنوسی کا یہ سفر بہت اہم تھا اور اس کے مفصل حالات انھوں نے اپنی خود نوشت سوانح "فہرسہ" میں قلم بند کیے ہیں۔ دوران سفر شیخ کی ملاقات ان ممالک کی ممتاز شخصیتوں سے ہوئی اور ان سے اچھے روابط قائم ہو گئے جو بہت مفید ثابت ہوئے اور جب شیخ نے اپنی اصلاحی تحریک شروع کی تو اس کی اشاعت میں ان لوگوں نے بہت مدد کی۔

مصری علما کی مخالفت

شیخ سنوسی کا ارادہ تھا کہ وہ قاہرہ میں کافی عرصہ تک قیام کر کے جامع ازہر کے ممتاز علما سے استفادہ کریں۔ مگر وہاں کے حالات دیکھنے کے بعد انھوں نے مصر سے جلد ہی چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ ان کو یہ دیکھ کر بہت مایوسی ہوئی کہ ازہر کے علما محمد علی پاشا کے درباری اور اعلیٰ سرکاری عہدہ داروں کے زیر اثر ہیں۔ شمالی مغربی افریقہ میں شیخ سنوسی ایک عالم کی حیثیت سے بہت مشہور ہو چکے تھے مگر ازہر کے علما ان کو پسند

نہ کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے شیخ کی مخالفت شروع کر دی۔ شیخ الخیش نے ان کے نظریات کو بدعت قرار دیا۔ شیخ مصطفیٰ بلاقی نے ان کے خلاف بہت طویل فتویٰ دیا اور شیخ الازہر نے بھی ان کے خیالات اور اصلاحی کوششوں کی مذمت کی، اور یہ مطالبہ کیا جانے لگا کہ شیخ سنوسی کو مصر سے نکال دیا جائے۔ دوسری طرف خود شیخ بھی محمد علی پاشا کی جابرانہ حکومت کو پسند نہ کرتے تھے اور مصری علماء کے طرزِ عمل سے ان کو بہت مایوسی ہوئی تھی آخر کار انھوں نے مصر کو خیر باد کہا اور مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔

تحریک کا آغاز

مکہ میں شیخ سنوسی کو قلبی و ذہنی سکون حاصل ہوا۔ وہ مکہ کے علما اور عوام سے ملے اور مختلف ممالک سے آتے ہوئے مسلمانوں سے بھی رابطہ قائم کیا۔ تمام حالات سے واقف ہونے کے بعد شیخ نے مسلمانوں کی ہر جہتی اصلاح کے لیے ایک منصوبہ بنایا اور اپنے نظریات کو ایک تحریک کی شکل دینے کا فیصلہ کیا۔ شیخ سنوسی کے عقاید عبدالوہاب نجدی کے عقاید سے ملتے جلتے تھے لیکن ان میں شدت اور سختی نہ تھی اس لیے ان کی تحریک وہابی تحریک سے زیادہ مقبول ہوئی اور مذہبی مصلح کی حیثیت سے ان کی شہرت پھیلنے لگی۔ عقیدت مندوں کا ایک وسیع حلقہ بن گیا۔ اور رفتہ رفتہ ان اصولوں کی تشکیل ہونے لگی جن پہ آگے چل کر "السنوسیہ" کے نام سے ایک زبردست روحانی تحریک و سیاسی تنظیم قائم ہو گئی۔

شیخ احمد ابن ادریس

مکہ معظمہ میں شیخ سنوسی، خضریہ سلسلہ کے چوتھے سربراہ اور اپنے عہد کے نامور عالم اور روحانی پیشوا سید احمد ابن ادریس سے ملے اور اُن سے بہت متاثر ہوئے، شیخ سنوسی اور شیخ ادریس عالم اسلام اور مسلمانوں سے متعلق اہم مسائل میں ہم خیالی اور متفق تھے، اور دونوں مل کر کام کرنے لگے۔ ان دونوں میں زبردست روحانی، قلبی اور نظریاتی تعلق قائم ہو گیا جو ہمیشہ برقرار رہا۔ اور شیخ سنوسی شیخ ادریس کو اپنا روحانی رہنما سمجھنے لگے۔ شیخ سنوسی اور شیخ احمد کی متحدہ کوششوں سے اصلاحی تحریک کو بہت فروغ ہوا اور یہ بہت تیزی سے حجاز میں پھیلنے لگی جس سے حکومت اور علما دونوں نے خطرہ محسوس کیا اور دونوں مصلحین کی سرگرمیوں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے۔ چونکہ اس تحریک کا ایک مقصد عربوں اور شمالی افریقہ کے باشندوں میں قریبی ربط پیدا کرنا اور باہمی تعلقات کو مستحکم بنانا تھا اس لیے اربابِ اقتدار اس کے مخالف ہو گئے۔ اور اس کو اپنے سیاسی مفاد کے لیے خطرہ تصور کرنے لگے۔ دوسری طرف علما نے

اس بنا پر مخالفت شروع کر دی کہ شیخ سنوسی کے تعلقات وہابیوں سے بھی تھے اور ان کے نظریات عوام میں مقبول ہو رہے تھے۔ شیخ ادریس کی مخالفت محض اس وجہ سے کی جانے لگی کہ وہ بہت بڑے اور بہت با اثر عالم تھے اور مکہ کے علما ان سے خائف ہو گئے تھے۔ جب مقامی علما اور حکومت کی مخالفت بہت بڑھ گئی تو شیخ احمد بن ادریس نے مکہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ وہ ۱۸۳۷ء میں یمن چلے گئے اور بمقام صبیا قیام کیا۔ شیخ سنوسی بھی ان کے ساتھ ہی گئے تھے لیکن دو سال کے بعد جب شیخ ادریس کا انتقال ہو گیا تو شیخ سنوسی مکہ واپس آ گئے۔

مکہ واپس آنے کے بعد شیخ سنوسی نے اپنی اصلاحی تحریک کو اور زیادہ منظم کرنے پر پوری توجہ دی اور ابو قبیس میں پہلا سنوسی زاویہ یعنی تحریک کا مرکز قائم کیا۔ یہ تحریک جو سنوسیہ کے نام سے مشہور ہوئی بہت تیزی سے پھیلنے لگی۔ شیخ سنوسی کی زبردست شخصیت اور ان کے علم و فضل سے لوگ بہت متاثر ہوئے تھے اور تنگ نظر علما کی مخالفت کے باوجود حجاز کے تمام قبائل نے اس تحریک کی حمایت کی اور یہ عوام میں بہت مقبول ہو گئی۔

افریقہ کو واپسی

حجاز میں اپنی تحریک کو منظم کرنے کے بعد شیخ سنوسی نے افریقہ واپس جانے کا فیصلہ کیا تاکہ وہاں بھی اس تحریک کو منظم کر کے اپنے نظریات کی اشاعت کریں۔ چنانچہ ۱۸۴۰ء میں شیخ سنوسی مدینہ منورہ گئے اور پھر مصری حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ براہ ینبوع اور عقبہ قاہرہ پہنچے۔ قاہرہ میں شیخ کا قیام مختصر رہا اور کچھ دنوں کے بعد وہ فیوم اور نخلستان بحریہ ہوتے ہوئے سیوا اور وہاں سے جالو اور جبلا چلے گئے۔ دوران سفر ہر جگہ لوگوں نے بڑے جوش و خروش سے شیخ کا استقبال کیا اور ان کی تحریک میں شامل ہو گئے۔ شیخ کا اصل مقصد اپنی تحریک کی اشاعت تھا۔ انھوں نے سفر جاری رکھا اور طرابلس ہوتے ہوئے تونس گئے، جہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ پھر طرابلس واپس آئے اور بن غازی کے راستے البیضا پہنچے۔

تحریک کی اشاعت

اس زمانہ کے سیاسی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے شیخ سنوسی نے البیضا کو اپنی تحریک کا مستقر بنانے کا فیصلہ کیا اور ۱۸۴۳ء میں یہاں تحریک کا مرکزی زاویہ قائم کیا گیا۔ الجزائر پر فرانس نے قبضہ کر لیا تھا۔ تونس سیاسی بحران میں مبتلا تھا۔ اور مصر کے حالات سنوسی تحریک کے لیے ناموافق تھے۔ صرف برقہ

مقابلتہً محفوظ علاقہ تھا اور وہاں جنوب میں تحریک پھیلانے کے وسیع مواقع بھی تھے۔ اس لیے شیخ سنوسی نے برقہ کو دوسرے علاقوں پہ ترجیح دی اور البیضہ میں مرکزی زاویہ قائم کیا۔

البیضہ اور جغبوب

البیضہ کو تحریک کا مرکز بنانے کے بعد شیخ سنوسی نے اپنی اصلاحی تحریک کی اشاعت پر پوری توجہ مرتکز کر دی۔ ہر طرف مبلغ بھیجے گئے جو اسلام کی اصل تعلیمات پہ عمل کرنے کے لیے لوگوں کو اس تحریک میں شامل ہونے کی دعوت دینے لگے۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ لیبیا میں تحریک بہت مقبول ہوئی اور دوسرے علاقوں میں بھی اس کے حامیوں میں مسلسل اضافہ ہونے لگا۔ اب شیخ کے نظریات ایک منظم روحانی و سیاسی شکل اختیار کر چکے تھے جو ایک طرف تو مسلمانوں کی مذہبی، اقتصادی اور معاشرتی زندگی میں اصلاح کے لیے کوشاں تھی اور دوسری طرف یورپ کی سامراجی اقوام کے تسلط کو ختم کرنے کے لیے مصروفِ جہاد ہو گئی۔ شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے لیے یہ تحریک ایک نئی زندگی کا پیغام اور روشن مستقبل کی ضامن بن گئی۔ پہلے تو جبل اخضر کے علاقہ میں سنوسی زاویے بڑی تعداد میں قائم ہوتے۔ پھر مصر، طرابلس، فزان، تونس، جنوبی الجزائر، اور سوڈان میں بھی متعدد زاویے قائم کیے گئے۔ ان میں جغبوب کے زاویہ کو جو ۱۸۵۶ء میں قائم کیا گیا تھا خاص اہمیت حاصل ہوئی اور آگے چل کر یہی زاویہ سنوسی تحریک کا مرکز بن گیا۔

مکہ معظمہ میں طویل قیام

۱۸۴۶ء میں شیخ سنوسی نے پھر مکہ معظمہ جانے اور وہاں طویل قیام کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ان کا تیسرا اور آخری سفرِ حجاز تھا چھ سال تک مسلسل جدوجہد کر کے شیخ سنوسی نے افریقہ میں اپنی تحریک کو بہت منظم کر دیا تھا۔ اور اب وہ دوسری سمت میں سرگرم عمل ہونا چاہتے تھے۔ ان کا اصل منصوبہ پوری اسلامی دنیا میں اپنی اصلاحی تحریک کو پھیلانا تھا اور اس مقصد کے لیے موزوں ترین مقام مکہ معظمہ تھا جو دنیا بھر کے مسلمانوں کا روحانی مرکز تھا اور جہاں ہر ملک اور ہر علاقہ کے مسلمانوں سے روابط قائم کرنے کے بہترین مواقع حاصل تھے۔ اسی وجہ سے شیخ سنوسی کو مکہ سے قلبی لگاؤ تھا اور وہ اپنی تمام جدوجہد کا اصل مرکز اسی شہر کو سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس مرتبہ وہ یہاں دس سال مقیم رہے اور یہیں سے تحریک کی رہنمائی کرتے تھے۔ شیخ سنوسی کے دو لڑکے تھے۔ محمد المہدی اور محمد الشریف جن کو وہ البیضہ میں چھوڑ آئے تھے لیکن ۱۸۵۳ء میں المہدی کو اور

۱۸۵۶ء میں الشریف کو بھی مکہ بلا لیا تاکہ وہاں اُن کی عمدہ تعلیم و تربیت ہو سکے۔ اس دوران شیخ نے مدینہ منورہ اور طائف میں سنوسی زاویے قائم کیے۔

حجاز میں قیام کے دوران شیخ سنوسی افریقہ میں اپنی تحریک کی پوری نگرانی کرتے رہے، ان کے مقرب اخوان اور نائب ہر سال حج کے لیے آتے تھے جو ان کو تمام حالات سے آگاہ کر کے ہدایات حاصل کرتے تھے۔

آخری ایام

۱۸۵۶ء میں شیخ سنوسی نے افریقہ واپس جانے کا فیصلہ کیا۔ اس سال کے آغاز میں انھوں نے المعزیات میں سنوسی زاویے قائم کرنے کا حکم دیا تھا اور چند ماہ کے بعد وہ جدہ، سویز اور قاہرہ ہوتے ہوئے خود بھی المعزیات پہنچ گئے، اور زاویہ کی تعمیر مکمل کروائی۔ اس کے بعد انھوں نے جغبوب میں بھی ایک زاویہ تعمیر کروایا اور افریقہ کے سیاسی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جغبوب کو اپنا مستقر بنایا۔ کیونکہ صحرائی علاقہ میں بہت دور واقع ہونے کی وجہ سے یہ مقام زیادہ محفوظ تھا۔ جغبوب میں شیخ سنوسی نے تحریک سے متعلق مسائل پر غور کرنے کے لیے ایک کانفرنس طلب کی جس میں برقہ، طرابلس، تونس اور حجاز کے زاویوں کے شیوخ نے شرکت کی اور اہم فیصلے کیے گئے۔ جغبوب کو مرکز بنانے کے بعد وسطی افریقہ میں بھی یہ تحریک تیزی سے پھیلنے لگی اور ان علاقوں میں تحریک کی وسیع اشاعت و تنظیم کے لیے کفرہ اور [illegible]ف میں زاویے قائم کیے گئے۔

وفات

شیخ سنوسی نے جب اپنا مستقر جغبوب کو بنایا تو اُن کی تحریک غیر معمولی ترقی کر چکی تھی اور اپنے انتہائی عروج کی منزلیں تیزی سے طے کر رہی تھی۔ ۱۸۵۸ء تک یہ تحریک مشرق میں حجاز سے لے کر مغرب میں الجزائر اور مراکش تک اور شمال میں مصر اور لیبیا سے لے کر جنوب میں سوڈان اور وسطی افریقہ تک نہایت وسیع علاقوں میں پھیل گئی اور وہاں سنوسی زاویے قائم ہو گئے تھے۔ شیخ سنوسی اسلامی دنیا کی ایک نامور شخصیت بن گئے تھے اور ایک جید عالم دین عظیم مصلح اور اپنے دور کی سب سے بڑی اسلامی تحریک کے رہنما کی حیثیت سے وہ نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ یہ ان کی زندگی کے آخری ایام تھے۔ ۱۸۵۹ء میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ اور انھیں جغبوب کی مسجد کے ایک گوشہ میں دفن کیا گیا۔ شیخ محمد ابن علی السنوسی کے جانشین ان کے بڑے لڑکے شیخ محمد المہدی ہوئے۔ جن کا زمانہ سنوسی تحریک کا عہد زریں ثابت ہوا۔

(باقی آئندہ)